ایک عہد ایک تحریک

''مولانا قاری محمد ایوب'' فیروزپوری رحمہ اللہ

احمد حسین اتحادی

آج قحط الرجال کا دور ہے۔ بے شمار عبقری ہستیاں ہمارے سامنے عالم عقبیٰ کو سدھار گئی ہیں۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں' موت ایک ایسا جام ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے بھی پیا' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین' صلحائے امت اور بڑے بڑے شہ زور پہلوانوں نے بھی اس کا مزہ چکھا۔ انسان نے خدا کی نفی کی۔ پیغمبروں کی تعلیمات کو جھٹلایا۔ امت کے خیر خواہوں کا انکار کیا۔ مگر موت سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اگر کسی نے انکار کیا بھی تو موت نے اس کو اپنے مضبوط پنجوں میں جکڑ دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے کسی بشر کیلئے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا قرار نہیں دیا''۔ (انبیاء۔۳۴)

یہ قانون فطرت ہے کہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے وہ اس جہاں ناپائیدار سے رخصت ہونے کی تمہید تو ساتھ لاتا ہے لیکن بعض رخصت ہونے والے ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جو اپنی خدماتِ جلیلہ کے پیش نظر اس دار فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ جاوید رہتے ہیں اور تادیر ان کی حسین یادیں زندہ انسانوں کو تڑپاتی اور دلوں کو گرماتی ہیں۔

مولانا قاری محمد ایوب فیروزپوری جن کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم لرزتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے' انہی صفات کے حامل تھے۔ جن کی وفات نے دینی' علمی' صحافتی اور سماجی حلقوں میں عظیم خلاء پیدا کر دیا ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ان چھوڑ کر چلے جانے والوں کیلئے آنسو بہانے کے سوا انسان کے بس میں اور کیا ہے؟ اے روٹھ کر جانے والو! تمہارے لئے رونا بھی فضول ہے اور بن روئے بھی رہنا ناممکن ہے۔ موت کی عجیب شانِ بے نیازی ہے کہ وہ بعض اوقات چمن سے ایسا پھول توڑتی ہے جس سے گلستان کی تمام رونق وابستہ ہوتی ہے۔ مولانا محمد ایوب فیروزپوری کے ساتھ بھی موت نے کچھ ایسا ہی معاملہ کیا' ان کے جانے کے بعد شہر اداس' چہرے پژمردہ' دل نزار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔

مجنوں جو چل بسا تو جنگل اداس ہے

قاری صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ بہت سی خوبیوں اور خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ صرف گفتار کے غازی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ جب تک زندہ رہے قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت اور ملک و قوم کی خدمت کو اوڑھنا' بچھونا بنائے رکھا۔ حق گوئی ان کا وصف تھا اور بے باکی ان کی طبیعت کا نمایاں حسن تھا۔ وہ جب منزل مقصود کی طرف بڑھتے تھے تو رکتے نہیں تھے۔ جب کسی اصول کی خاطر لڑتے تھے تو کسی قیمت پر جھکتے نہیں تھے۔ آپ نہ صرف بلند پایہ مقرر ومولف تھے بلکہ ایک جلیل القدر قائد' منتظم' عالم' صحافی' اہل قلم اور مورخ بھی تھے۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر وہ ایک بلند پایہ انسان تھے۔ ذیل کی سطور میں ان کی سیرت وکردار اور حالات زندگی کا مکمل احاطہ کرنا بیحد مشکل ہے۔ لیکن ان کی زندگی سے متعلق چیدہ چیدہ باتیں قارئین کے گوش گزار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے حلقہ احباب میں موجود اہل علم وعقل ان کی زندگی سے متعلقہ اہم واقعات کو راز سینہ بنائے رکھنے کی بجائے زینت قرطاس بنائیں گے۔

قاری صاحب کی پیدائش اور ماحول

مولانا قاری محمد ایوب فیروزپوری ۱۵ اپریل ۱۹۴۴ء میں ڈھولے والا تحصیل زیرہ ضلع فیروزپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ مرحوم چار بھائیوں بالترتیب جان محمد' مولانا سردار محمد' مولانا محمد حسین سے چھوٹے تھے۔ والد محترم کا نام احمد اللہ تھا' جو نہایت زاہد وعابد اور خدا ترس آدمی تھے۔ آپ کا گھریلو ماحول علمی ودینی تھا' آپ کی اسلام کی طرف زیادہ رغبت دیکھ کر والد اور بھائیوں نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کیلئے وقف کر دیا۔

حالات زندگی

دوسرے لوگوں کی طرح آپ کے خاندان نے بھی ہندوستان سے ہجرت کی۔ قیام پاکستان کے وقت آپ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا سردار محمد کے بقول وہ آپ کو کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے۔ سب سے قبل

آپ نے گوجرہ کے نواحی علاقے کی دیوبند مسلک کی مسجد میں حفظ قرآن کی غرض سے پڑھنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد مسجد ہذا کو چھوڑ کر جہانیاں کے چک نمبر 102/10-R میں داخلہ لے لیا۔ بعد ازاں 107/10-R تحصیل جہانیاں میں قاری محمد بخش رحمہ اللہ سے حفظ مکمل کیا۔ آپ کا شماران کے قابل ترین شاگردوں میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ عبدالحکیم آ گئے اور شہر کے وسط میں واقع مسجد شیخانوالی میں قرأت کے عظیم استاد قاری تاج محمد رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ موصوف آنکھوں سے نابینا اور فاضل دیوبند تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ مولانا عبدالحفیظ فیصل آبادی اور مولانا عبدالرؤف قاسمی بھی انہی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حفظ و تجوید کی تعلیم مکمل کر لینے اور مولانا محمد حیات صاحب سے درس نظامی کا ایک سالہ نصاب پڑھ لینے کے بعد 1961ء میں جامعہ تعلیم الاسلام (اس وقت ماموں کانجن کے نواح چک نمبر 493 گ۔ب اوڈانوالہ) میں داخلہ لے لیا۔ جس کے بہترین تعلیمی اور پر امن ماحول اور امیر المجاہدین صوفی عبداللہ کے تدین، للّٰہیت، تقویٰ، پرہیز گاری کے بارے میں آپ بچپن ہی سے آگاہ تھے۔ جامعہ سے فراغت کے بعد 1966ء میں دارالقرآن والحدیث جناح کالونی اور پھر تین سال جامعہ علوم اثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد میں تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے۔ بعدازاں خانیوال شہر تشریف لے گئے۔ جہاں کئی سالوں تک جامع مسجد قدس اہلحدیث میں بطور خطیب و امام اپنی خدمات سر انجام دیں۔ آپ یہاں شعبہ حفظ کے استاد بھی رہے۔ ایک بار جامعہ تعلیم الاسلام کے شعبہ حفظ و تجوید کے صدر مدرس قاری عبدالشکور صاحب سعودی عرب تشریف لے گئے تو قاضی محمد اسلم سیف خانیوال آئے اور زبردستی ایک سال کا کہہ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ تو وہاں تقریباً پانچ سال درس و تدریس پر مامور رہے، پانچویں سال احباب جماعت آپ کو کبیر والا لے آئے، جہاں 1985ء کے آخر میں آپ کو شوگر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جامعہ سے آ جانے کے باوجود آپ کو جامعہ سے منسلک رکھا اور ہر سال ضلع بھر سے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کیلئے زر تعاون اور غلہ کی فراہمی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے۔ دور طالب علمی سے 1961ء سے لیکر وفات تک جامعہ ہذا کے تعاون کے سلسلہ میں بے شمار اسفار کئے۔ قاضی صاحب مرحوم کے ہمراہ بھی اکثر جگہوں پر تشریف لے جاتے، اس طرح نہ صرف جامعہ کو تعاون ہو جاتا بلکہ اسلام کی تبلیغ کا بھی فریضہ ادا ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ 1996ء میں قاضی صاحب کی وفات کے بعد ناظم اعلیٰ جامعہ تعلیم الاسلام کے طور پر آپ کا نام سرفہرست تھا۔ لیکن آپ نے اس منصب کیلئے مولانا عبدالرشید حجازی کا چناؤ بہتر سمجھا۔ اس کے بعد تادم موت گورنمنٹ ہائی سکول عبدالحکیم میں بطور عربی معلم تعینات رہے تاہم اس دوران آپ کا تبادلہ گرد و نواح کے علاقوں میں بھی ہوا۔ خصوصاً نواحی گاہوں 9 گ۔ب میں تقریباً دو سال تک سرکاری ڈیوٹی ادا کرتے رہے۔ تقریباً پندرہ برس تک جامع مسجد اہلحدیث ڈوگراں والی ملتان میں مستقل خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے رہے۔

تبلیغی خدمات

آپ دعوت و تبلیغ اور وعظ و ارشاد کے لئے ملک بھر جایا کرتے تھے۔ وہ کونسا شہر ہے جہاں آپ نے دورے نہ کئے ہوں اور وہ کون سا گاؤں ہے جہاں آپ نہ پہنچے ہوں۔ چونکہ آپ مضبوط اعصاب اور انتھک طبیعت کے مالک تھے اس لئے قرآن و حدیث کی دعوت کو عام کرنے اور دین اسلام کے پرچار کیلئے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر پروگراموں کے لئے جاتے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ نے صرف جنوبی پنجاب خصوصاً ضلع خانیوال میں سینکڑوں کانفرنسوں کی صدارت فرمائی، درجنوں مساجد کی تعمیر آپ کی زیر نگرانی ہوئی۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث ضلع خانیوال کے اراکین و کابینہ اور جماعتی نظم وضبط کو درحقیقت آپ ہی کنٹرول کرتے تھے۔ بسا اوقات آپ تمام عہدیداروں کا کام تن تنہا سرانجام دیتے اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔

تصنیفی خدمات

ادیب ہونے کے ناطے قاری محمد ایوب فیروزپوری اردو نثر میں ایک خاص اسلوب اور منفرد طرز تحریر رکھتے تھے، زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کو اخبارات و رسائل میں لکھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ مختلف رسائل و جرائد، مجلات اور قومی اخبارات میں آپ کے مضامین شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتے تھے۔ جن میں روزنامہ نوائے وقت، الاعتصام، الاسلام، زندگی، چٹان، المنبر، صحیفہ اہلحدیث، تنظیم اہلحدیث اور ہفت روزہ اہلحدیث قابل ذکر ہیں۔ ایک عرصہ تک آپ ہفت روزہ اہلحدیث میں سیاسی، مذہبی، جماعتی، ملکی و بین الاقوامی اموراور حالات [illegible]ضرہ پر ''گرد و پیش

''کے عنوان سے مستقل کالم تحریر کرتے رہے۔ یہ سلسلہ مارچ ۹۸ء تک بیماری کے حملے سے پہلے تک جاری رہا۔ اگر آپ کے تحریر کردہ مضامین کو یکجا کیا جائے تو کئی ضخیم کتب معرض وجود میں آ جائیں۔ آپ استاد الحکماء حکیم عبدالرحیم اشرف کی ہدایت پر پندرہ روزہ المنبر کیلئے بھی کچھ عرصہ لکھتے رہے ہیں۔ آپ کے حکیم عبدالرحیم اشرف سے دیرینہ دوستانہ تعلقات تھے۔

جمیعت اہلحدیث سے وابستگی

مستقل مزاجی اور استقامت ان کی زندگی کا طرہ امتیاز تھی۔ آپ شروع ہی سے تحریکی دل ودماغ کے حامل تھے۔ وہ حادثات زمانہ کی رو میں بہہ جانے والے اور حالات کی ستم ظریفیوں کے سامنے سپر ڈالنے والے نہ تھے' بلکہ اپنے موقف اور مشن پر مستقل مزاجی کے ساتھ گامزن رہنے والے انسان تھے۔ آپ کا شمار جمعیت طلبہ اہلحدیث کے بانی اکابرین میں سے ہوتا ہے۔ آپ نے جمیعت اہلحدیث کی دعوت کو ملک کے کونے کونے تک پہنچانے کیلئے دن رات ایک کر دیا' مگر کبھی کسی عہدہ ومنصب تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ دوست واحباب کے دکھ سکھ میں شریک رہتے۔ ایک عام کارکن کی بھی بھرپوری حوصلہ افزائی کرتے اور عہدیداران کو اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سرانجام دینے کی تلقین کرتے۔ جوانی میں ہی مرکزی جمیعت اہلحدیث سے وابستہ ہو گئے۔ آپ انتہائی معاملہ فہم اور زیرک انسان تھے اور جس بات کو صحیح سمجھتے تھے اس کو پوری جرأت اور بے باکی سے بھرپور انداز میں بیان کرتے تھے۔ اپنے موقف پر ڈٹے رہتے تھے اور اس میں کسی قسم کے احترام وعقیدت کو حائل نہ ہونے دیتے۔ ہر صدر اور ناظم اعلیٰ پر کھل کر تنقید کی' بلاوجہ کسی کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے تھے۔ جہاں ضروری سمجھا وہاں کھل کر اختلاب کا اظہار کیا اور پوری جرأت و ہمت سے تنقید کی اور اپنے موقف کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ اپنے قریبی عزیز رشتہ داروں کو بھی معاف نہ فرماتے تھے۔ جماعتی کانفرنس ہو یا درس وتدریس کا پروگرام' رکن سازی مہم ہو یا فراہمی چندہ کی مہم' تحریک نجات کا مرحلہ ہو یا پہیہ جام ہڑتال' جماعت کی ہر کال پر لبیک کہتے ہوئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ امیر محترم یا ناظم اعلیٰ پر بلاوجہ تنقید برداشت نہ کرتے تھے بلکہ جماعت کی صفوں کے اندر اتحاد و یکجہتی کو سبوتاژ کر کے انتشار اور نفاق پھیلانے والوں کے خلاف سینہ سپر رہے اور ہر میدان میں ایسے عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

تاثیر خطابت

تحریر ہی نہیں تقریر کے میدان میں بھی حضرت مولانا کی شعلہ بیانیاں سیاسی اور دینی تحریکوں کو برپا کرنا اور آشفتہ ومژدہ برفانی قلوب میں آگ لگا دینا ان کی آتش نوا فطرت کا ادنیٰ کمال تھا۔ ان کی تحریر وتقریر جب آتش فشانی پر اترتی تو ہر اس قوت کو جو عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سر اٹھا رہی ہوتی تھی' خس وخاشاک کی طرح بہا لے جاتی تھی۔ آپ کا قلم واقعی طارق و خالد کی شمشیر بے نیام اور اس کی للکار شیر اسلام کی للکار تھی۔ اس شمشیر کو کند اور للکار کو خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ مجھے امید ہے کہ ان کے روحانی فرزند آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حق کا پرچار سربلند رکھیں گے۔ آپ تحریر اور تقریر کے میدان کے رستم زماں تھے۔ آپ اقبال کے الفاظ میں آتش نفس مغنی سے بڑھ کر شعلہ جوالہ تھے۔ جس کا کام دشمنان اسلام کا قلع قمع اور اسلامیان پاکستان کو ولولہ تازہ بخشتا تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے مردہ جذبات کو مہمیز لگائی۔

قاری صاحب کی عظمت کا اعتراف

انسان کے سیرت وکردار کے اکثر پہلو ریل یا جیل میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ عموماً انسان اپنی غلطیوں' خامیوں پر شرافت کا لبادہ اوڑھ کر اپنی عظمت کا تاثر قائم رکھتا ہے۔ انسان کو اگر اصل روپ میں دیکھنا ہو تو سفر میں اس کی حقیقت صاف دیکھائی دیتی ہے یا پھر گرفتار ہونے کے بعد جیل کی سختیاں اور مظالم' اس کے حقیقی روپ کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ ہمارے ممدوح مولانا قاری محمد ایوب فیروز پوری بھٹو دور حکومت میں متعدد بار پس زندان کر دیئے گئے۔ علاوہ ازیں آپ پر بیسوں مقدمات بھی قائم کیے گئے' حتیٰ کہ ایک قتل کا کیس بھی آپ اور آپ کے بڑے بھائی' والد محترم مولانا محمد حسین پر دائر کیا گیا۔ لیکن آپ نے قید و بند کی تمام صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور حکمرانوں کی کسی قہر یانیت اور جبر و تشدد کے سامنے سپر انداز نہیں ہوئے' کوئی ظلم و زیادتی' جبر وتشدد ان کو نہ جھکا سکا اور نہ ہی وہ بکاؤ مال بنے' بلکہ ہر جبر وتشدد کے بعد آپ کے نشہ حق و بے باکی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ زمانہ قید میں بھی تلاوت قرآن مجید' شب خیزی' ایثار' جرأت و استقامت اور راست بازی آپ کا وطیرہ امتیاز رہا۔ آپ کے معاصرین نے آپ کی عظمتوں کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کیا۔ آل پاکستان اہلحدیث کانفرنس ملتان 2000ء کے موقع پر جمیعت اہلحدیث کے مرکزی ناظم اعلیٰ میاں محمد جمیل نے

دورہ عبدالحکیم کے موقع پر آپ کی خداداد صلاحیتوں اور تنظیمی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے زبردست خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا:

''اگر کسی تحریک کو پروان چڑھانا مقصود ہو تو یہ کام قاری صاحب کے سپرد کریں ان شاء اللہ برسوں کے کام ہفتوں میں مکمل کر کے دکھائیں گے۔ جنوبی پنجاب میں ان کی موجودگی سے ہمیں جماعتی حوالے سے کوئی پریشانی نہیں ہے''۔

بلا شبہ ایسے انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ مادرگیتی ان کو روز روز جنم نہیں دیتی' ایسے انسانوں کیلئے تاریخ کو مدتوں منتظر رہنا پڑتا ہے۔ زندگی سالہا سال دیر زحرم کا طواف کرتی ہے' تب جا کر کہیں ایسا انسان وجود میں آتا ہے' جو عظمت کے معیار پر ہی نہیں پورا اترتا بلکہ اس کو دیکھ کر خود عظمت کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔

عمر ہا در کعبہ بت خانہ می نالا حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

قادیانیت کے خلاف تحریک

1976ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو 22 مارچ کو رات دو بجے گرفتار کر کے انہیں ڈسٹرک جیل ملتان بھیج دیا گیا۔ آپ پندرہ دن تک جیل میں رہے۔ یہاں ان کے ساتھ مزید آٹھ اہلحدیث کارکنان بھی تھے۔ ان کی جیل میں رہائی کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کا قیام عمل میں لایا گیا۔ قاری صاحب کو بالاتفاق جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا اور ان کی زیر قیادت جمیعت اہلحدیث اور جمیعت شعبان اہلحدیث کے کارکنوں نے تمام دیگر جماعتوں سے بڑھ کر کام کیا۔ پولیس اور جیلوں کی صعوبتیں اٹھائیں اور ان کے خلاف متعدد مقدمات قائم کر دیئے گئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے اور کارکنوں کے پائے ثبات میں قطعاً کوئی لغزش نہ آئی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلت قرار دیا گیا (تذکرہ علمائے اہلحدیث' جلد دوئم پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد)

تحریک نظام مصطفیٰؐ میں کردار

1977ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی دھاندلیوں کے ردعمل میں قومی اتحاد کے سٹیج سے ایک زبردست اور مثالی تحریک چلی۔ تو قاری صاحب نے گرفتاری پیش کی اور ایک ماہ بعد ڈسٹرک جیل ملتان سے رہا ہوئے۔ آپ نے تحریک نظام مصطفیٰؐ کی کامیابی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انتہائی جرأت' بہادری' حوصلے' بیباکی اور ہمت سے تحریک کے جلسے جلوسوں کی قیادت کی۔ پابندیوں کے باوجود بھی قاری صاحب بھیس بدل کر سٹیج پر نمودار ہوتے اور گھن گرج کے ساتھ حکمرانوں کو للکارتے' متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ بھٹو گردی کے خلاف شمشیر برہنہ بن کر نبرد آزما رہے۔ خانیوال' میاں چنوں' کبیر والا اور مضافاتی علاقوں میں تاریخ آپ کی جرأت مومنانہ اور جذبہ شجاعانہ کی شاہد ہے۔

ایوبی مارشل لاء کے خلاف جدوجہد

جب وطن عزیز کی فضاؤں میں آمریت کے گہرے سائے چھانے لگے تو آپ نے ایوب خان کے مارشل لاء کو للکارنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کے خلاف بغاوت کے متعدد مقدمات درج ہوئے' لیکن بار بار گرفتاریوں کا سلسلہ ان کے جذبوں کو کم نہ کر سکا' بلکہ وہ اپنے موقف کی حمایت میں پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور بہادری سے ڈٹ جاتے۔

تحریک بحالی جمہوریت

قاری صاحب ضیاء الحق دور حکومت میں سیاسی تعطل اور مارشل لاء کے دور میں جمہوریت کی بحالی اور مارشل لاء کے خاتمے کیلئے مجسم احتجاج بنے رہے' انہیں جب بھی موقع ملا تو انہوں نے پوری بہادری' جرأت اور اولو العزمی سے مارشل لاء کو خوب لتاڑا اور حکمرانوں سے کھلے الفاظ میں بحالی جمہوریت کا مطالبہ کیا۔ وہ اس ملک کو اسلامی جمہوری اصولوں کے تابع چلانے اور نظام مصطفیٰؐ کے عملی نفاذ کے خواہاں تھے۔ اس مقصد کیلئے ملک میں جو بھی اسلامی تحریک شروع ہوئی آپ نے اس میں پورے خلوص سے اپنا کردار ادا کیا۔ اقبال مرحوم نے شاید ایسی نابغہ روزگار اور عبقریت کی حامل شخصیات کو مدنظر رکھ کر کہا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بطور کامیاب صحافی

قدرت نے بلا شبہ انہیں بے پناہ خوبیاں عطا کی تھیں۔ ادب اور صحافت سے انہیں زمانہ طالب علمی ہی سے لگاؤ تھا۔ ان کے قلم میں شدت بھی تھی اور حدت بھی۔ صحافت میں ان کی شخصیت کا بانکپن' رنگ شعر کا جادو اور ان کے قلم کا اعجاز شامل ہے' انہوں نے بطور صحافی ایک ہی بات سامنے رکھی کہ ظالم جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہو چاہے کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔ انہوں نے قلم کی عظمت کو بلند و بالا کیا۔ ان کے قلم

نے ایک طرف عوام کی رہنمائی کی تو دوسری طرف ارباب اقتدار کو ان کی غلطیوں پر اس شدت اور خلوص کے ساتھ ٹوکا کہ ایوان اقتدار لرز کر رہ گیا۔ ان کے قلم کی جنبشوں نے تخت و تاج لرزا دیئے۔ جماعتی حلقوں میں بیداری پیدا کی، صحافتی حلقوں میں آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم (سابق صدر پاکستان) آپ کے مداح تھے۔ جنرل ضیاء الحق گندم کی کٹائی کے موسم میں خانیوال تشریف لائے ان دنوں قاری صاحب روزنامہ نوائے وقت اور وفاق کے رپورٹر تھے، آپ ضیاء الحق کے ہمراہ رہے، مگر تند و تیز لہجے میں ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے رہے۔ قاری صاحب کے کہنے پر ہی جنرل ضیاء الحق نے خانیوال پریس کلب کی موجودہ عمارت کی منظوری دی تھی۔ قاری صاحب نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا آپ منوایا، ان کی صحافتی میدان میں بھی خدمات کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

بقول شاعر ؎

تقریر کے ہنگام میں اٹھتا ہوا دریا
تحریر کے دوران صد قلزم ذخار

اخلاق واطوار

میرے ممدوح قاری محمد ایوب صاحب نہایت با اخلاق، باکردار، خوش اطوار، زندہ دل اور ہنس مکھ مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ مہمان نوازی ان کا شوق تھا۔ اعصاب کے مضبوط اور ذہین واقع ہوئے تھے۔ جماعت کے لئے دوڑ دھوپ اور محنت و مشقت ان کا مشغلہ تھا۔ کثرت مطالعہ اور کثرت سفر ان کی عادت تھی۔ ہر عام و خاص کارکن کی خوشی، غمی میں سب سے پہلے شریک ہوتے تھے۔ صبح صادق کے وقت اٹھتے اور نماز عشاء پڑھ کر فوراً سو جاتے تھے۔

بی بی سی لندن، وائس آف امریکہ اور ریڈیو پاکستان کو بلاناغہ سنتے تھے۔ الاعتصام، الحدیث، المنبر، تنظیم اہلحدیث، التراث، نوائے وقت اور جنگ، خبریں وغیرہ کا بڑے اشتیاق کے ساتھ انتظار کرتے تھے۔ نسیم حجازی کے تاریخی ناول پسند کرتے تھے۔ دوست احباب کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے، محفلوں میں آپ کا وجود بھاری رہتا۔ فخر وغرور اور تکبر ان کے قریب سے بھی نہ گزرا تھا۔

پندرہ برس سے زائد عرصہ تک مرکزی جمعیت ضلع خانیوال کے ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے۔ بعد ازاں علالت کے باعث ناظم اعلیٰ سے استعفیٰ دے کر جماعتی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ لیکن امیر مرکزیہ سینیٹر پروفیسر ساجد میر اور میاں محمد جمیل کے اصرار پر چند سال تک ضلعی امیر کی حیثیت سے ذمہ داری سرانجام دی۔ 1997ء میں شوگر کے عارضہ میں شدت کی وجہ سے ہر قسم کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ غالباً اکتوبر 1997ء میں راقم الحروف اپنے والد محترم مولانا محمد حسین کے ہمراہ APC میں شرکت کیلئے ماموں کانجن گیا، تقریباً آدھی رات کے وقت راقم ابو کے ساتھ سٹیج سے باہر کی طرف جا رہے تھے کہ مرکزی ناظم اعلیٰ میاں محمد جمیل سے ہمارا آمنا سامنا ہو گیا۔ وہ ہمیں پکڑ کر مہمان خانہ خاص میں لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے ابو جی سے کہا قاری صاحب ہماری جماعت کا سرمایہ افتخار ہیں۔ جماعت میں ان کی موجودگی اور رہنمائی بے حد ضروری ہے۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ وہ مرکزی کابینہ میں ذمہ داری سرانجام دیں۔ بابا حضور نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کی بیماری کا عذر پیش کیا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر صوبائی سیکرٹری انفارمیشن کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ جس پر زندگی کے آخری لمحات تک فائز رہے اور اپنے فرائض کی بجا آوری کی حتی المقدور کوششیں کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فالج اور شوگر کے باوجود ہر جماعتی میٹنگ اور پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ نے کبھی اپنے عہدے کی کارکنان پر دھونس نہیں جمائی بلکہ سب سے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ پیش آتے، اکثر کہا کرتے تھے ''بیٹا جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرو جہاں میری ضرورت پڑے میں ہر دم حاضر ہوں۔ تقریر جیسی ہو سکی کروں گا''۔ فن خطابت میں ماہر ہونے کے باوجود ان کا یہ انداز گفتگو کارکنان میں حوصلہ افزائی کا باعث بنتا۔ اب ان کی باتوں کو سننے کو دل چاہتا ہے۔

دلوں کو کرتی تھی تسخیر گفتگو اس کی
ہر اک شخص کو رہتی تھی آرزو اس کی

فریضہ حج کی ادائیگی

1995ء میں آپ کا بیت اللہ کی زیارت کا پروگرام بنا۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد حسین نے مشورہ دیا کہ امسال اکیلے حج پر جانے کی بجائے آئندہ برس اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ اکٹھے حج پر جائیں۔ چنانچہ اگلے برس 1996ء میں آپ نے چچی جان کے ہمراہ جا کر فریضہ حج کی سعادت حاصل کی۔ سفر حج سے واپسی پر آپ کو درد گردہ کی اذیت ناک تکلیف سے گزرنا پڑا۔ اسلام کے ساتھ ان کی والہانہ شیفتگی تھی۔ ہادی برحق تاجدار عرب وعجم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی سمندروں کی وسعتوں

اور گہرائیوں سے زیادہ گہری محبت وعقیدت تھی۔ سعودیہ میں آپ نے مقامات مقدسہ کی زیارت کے علاوہ بعض سعودی حکام وشیوخ حضرات اور جماعتی وفود سے بھی ملاقاتیں کیں۔

آخری ملاقات

4 مارچ 2001ء میں صبح فیصل آباد سے عبدالحکیم پہنچا' تقریباً 9 بجے صبح میں نے بازار جانے کیلئے گیٹ سے قدم باہر نکالا تو آپ اپنے گھر سے باہر نکلے ہوئے دکھائی دیئے' میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور خیریت دریافت کیا۔ اس وقت آپ نے کسی بیماری یا کمزوری کا تذکرہ تک نہ کیا۔ ملتان روڈ تک میرے ساتھ آئے اس دوران مختلف دینی موضوعات پر مختصر گفتگو ہوئی۔ شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی سیرت و کردار کے متعلق بھی چند باتیں ہوئیں۔ کسے خبر تھی کہ چند گھنٹے بعد وہ خود بھی راہی سفر آخرت ہو کر ان سے جاملیں گے۔

کارواں در کارواں رنگین بہاریں لٹ گئیں
اور چراغ شاخوں پر داغوں کی طرح جلتے رہے

وفات

گذشتہ پندرہ برس سے شوگر کے مریض تھے۔ کام کی زیادتی اور بے پناہ سفر اور بے آرامی کی بناء پر اس میں اضافہ ہوتا گیا' ان کی حسب خواہش ان کا ایلوپیتھی' دیسی طب اور ہومیو پیتھی سے ہوتا رہا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

4 اور 5 مارچ 2001ء کی درمیانی شب تقریباً اڑھائی بجے آپ پر فالج اور شوگر کا شدید حملہ ہوا' آپ کے معالجین نے بڑی کوشش کی' ایک ڈاکٹر زندگی کا علاج کرسکتا ہے موت کا نہیں۔ عصر کے وقت مرض نے شدت اختیار کر لی۔ ان کا وقت موعود آپہنچا اور تقریباً ساڑھے پانچ بجے مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

قاری صاحب کے جانے کے بعد جو ویرانی ہوئی ہے اسے دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے۔

تم کیا گئے روٹھ گئے دن بہار کے

قاری صاحب کے سانحہ ارتحال سے ملک کے ادبی' قومی' صحافتی' مذہبی اور دینی وعلمی حلقوں میں اس قدر شدید خلاء پیدا ہوگیا ہے کہ

خالی ہے جام و سبو تیرے بعد
کی سی کیفیت ہے۔

وہ دن وہ محفلیں وہ شگفتہ مزاج لوگ
موج زمانہ لے گئی نجانے کس طرف؟

نماز جنازہ

آپ کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ مذہبی' دینی وعلمی حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اندرون و بیرون ملک سے تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ یاد رہے کہ مرحوم کے ہزاروں شاگرد ملکی و غیر ملکی جامعات سے فراغت کے بعد قرآن وسنت کی دعوت عام کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ اگلے روز یعنی 10 ذوالحجہ کو لوگ عید کی تیاریوں میں مصروف تھے اور ادھر قاری صاحب کے سفر آخرت کا سامان تیار ہو رہا تھا۔ بقول شاعر

رنج وراحت چل رہے ہیں زندگی کے ساتھ ساتھ
صبح عید زیست ہو یا شب برات زندگی

سہ پہر تین بجے غلہ منڈی کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں علماء' شیوخ حضرات دینی و عصری اداروں کے طلباء' شاگردوں' وکلاء' تاجر کونے سے اکابرین اور جماعتی احباب مثلاً فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرشید اظہر' شیخ الحدیث مولانا عبدالستار حماد' مولانا عبدالرشید حجازی' مفتی عبدالرحمٰن رحمانی' مولانا محمد احمد پرواز سمیت ملک کے مختلف جامعات سے اساتذہ کرام اور طلباء نے قافلہ در قافلہ شرکت کی۔ جن کا فرداً فرداً یہاں نام لینا مشکل ہے۔ نماز جنازہ جمعیت اہلحدیث صوبہ پنجاب کے امیر شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید ہزاروی حفظہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی رقت آمیز انداز میں پڑھائی۔ قبل ازیں علماء نے اپنے مختصر خطابات میں مرحوم کی دینی' سیاسی' علمی وقومی خدمات کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی المناک وفات کو قومی سانحہ قرار دیا۔ نماز عصر کے بعد ہزاروں سوگواران کی موجودگی میں ان سے عقیدت ومحبت کا آخری اظہار کرتے ہوئے قریبی قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔

مثل ایوان سحر مقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا
آسمان تیرے لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں سے صرف نظر فرما کر ان کی دینی حسنات کو قبول فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجہ فی المھدیین آمین یا رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆